مطبوعات

حسن المقال فی رویت الہلال (بزبان اردو) تالیف مولانا عبیداللہ صاحب مجہری ضخامت ۱۴ صفحات قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ: سلیمانی پریس۔ شاہ کی املی پٹنہ

رویت ہلال کے باب میں عام غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اس کا ثبوت "شہادت شرعیہ" کے بغیر نہیں ہو سکتا اور یہ کہ شہادت کے لیے جو شروط و قیود معلوم و معروف ہیں ان سب کا لحاظ کرنا رویت کی خبر پر اعتماد کرنے کے لیے ضروری ہے۔ انہی غلط فہمیوں کی بنا پر خطوط، اخبارات، ٹیلیفون اور تار کی اطلاعوں کو "مطلقاً" ناقابل اعتماد ٹھیرایا جاتا ہے حتیٰ کہ ان ذرائع سے متواتر خبریں پہنچنے پر بھی ایک شہر کے لوگ صوم و افطار اور عید اضحیٰ کے بارے میں صرف اپنے شہر کی رویت ہی پر اعتماد کیا کرتے ہیں۔ ہندوستان میں اس وجہ سے جو افتراق برپا ہے اور جس طرح عیدین اور آغاز ماہ رمضان میں اختلاف عمل رونما ہوتا ہے اس کی کیفیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ضرورت تھی کہ خالص علمی طریق پر اس مسئلہ کی تحقیق کی جاتی تاکہ شریعت کے حقیقی احکام پر جو پردے مدتہائے دراز کی غلط فہمیوں سے پڑ گئے ہیں وہ اٹھ جاتے۔

اللہ مصنف کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کر دیا ہے۔ رویت اور شہادت کے اصولی فرق کو جس خوبی سے انہوں نے واضح کیا ہے وہ صرف رویت ہلال ہی کے باب میں نہیں بلکہ دوسرے علمی و دینی مسائل میں بھی مفید ہوگا جن میں قلت علم کی وجہ سے آج کل لوگ عموماً ٹھوکریں کھایا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ خط، تار، ٹیلیفون اور اخبارات کی اطلاعات کے باب میں بھی ان کی تحقیق غایت درجہ تشفی بخش ہے، اور مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ اجتہاد میں جس اعتدال اور احتیاط کی ضرورت ہے اس کو بھی انہوں نے پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ لیکن ان کا یہ رسالہ صرف علماء کے لیے مفید ہے۔ بہتر ہو کہ دقیق علمی بحثوں سے قطع نظر کر کے ایک مختصر سا رسالہ اور شائع کیا جائے جس

میں سلیس اور عام فہم طریقہ پر مسئلہ کی حقیقت واضح کی گئی ہوتا کہ عام مسلمانوں کو بھی صحیح معلومات حاصل ہو جائیں۔

رویت ہلال کی خبروں کا صحیح انتظام کرنے کے لیے ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مناسب تجویز یہ ہے کہ ریڈیو کے ذریعہ سے ان اطلاعات کے نشر کا بندوبست کیا جائے۔ پشاور، لاہور، دہلی، لکھنؤ، حیدر آباد، بمبئی، مدراس، کلکتہ اور ڈھاکہ دوسرے مرکزی مقامات پر نشرگاہیں موجود ہیں۔ ان سب مرکزوں میں مسلمانوں کی بھی ذمہ دار مذہبی جماعتیں اور قابل اعتماد شخصیتیں موجود ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر سے بآسانی یہ معاملہ طے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ذمہ دار اشخاص یا جماعتوں کو رویت ہلال کی اطلاعات بروقت نشر کرنے کا موقع دیں۔ اگر معروف شخصیتیں خود نشرگاہ میں جاکر اپنی زبان سے، آلۂ نشر پر اعلان کریں گے، تو ان کی آواز ہر وہ شخص بآسانی پہچان سکیگا جو ان سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس طرح جعل و فریب کا بھی کوئی موقع باقی نہیں رہ سکتا۔ اس نشر صوت کی حیثیت قریب قریب وہی ہوگی جو بالمشافہ کسی مخبر عدل کے خبر دینے کی ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اس تجویز پر غور کر کے مناسب طریق کار اختیار فرمائیں گے۔

فاتحۂ تفسیر نظام القرآن (بزبان عربی) | تالیف علامہ فراہی رحمۃ اللہ۔ ضخامت ۴۸ صفحات۔ قیمت بارہ آنے۔
ملنے کا پتہ:۔ دفتر "الاصلاح"۔ سرائے میر۔ اعظم گڑھ

یہ علامہ مرحوم کی مشہور تفسیر نظام القرآن کا مقدمہ ہے جس میں فاضل مصنف نے اپنے مدۃ العمر کے تدبر فی القرآن کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ نہ صرف ان کے طریق تفسیر کو سمجھنے کے لیے اس مقالہ کا مطالعہ ضروری ہے، بلکہ جو شخص قرآن مجید کو محققانہ طریق پر سمجھنا چاہتا ہو اس کے لیے بھی یہ مقدمہ ایک اچھا رہنما ثابت ہوگا، کیونکہ اس میں ایک فاضل محقق نے ان مہمات مسائل پر روشنی ڈالی ہے جو قرآن کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے ہر شخص کو پیش آتے ہیں۔ تفسیر قرآن کے اہم ترین مسائل میں سے ایک مسئلہ آیات اور سورتوں کے ربط و نظام کا ہے اور یہ ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ بہت سے مفسرین نے سرے سے ربط و نظام کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن علامہ مرحوم اس کے قائل ہیں اور انہوں نے اس کے وجوہ و دلائل بیان کیے ہیں جو ہر محقق کے لیے

لائق غور ہیں۔ اسی طرح مصنف نے ان سوالات پر بھی اصولی بحث کی ہے کہ تفسیر قرآن میں خود قرآن سے، شانِ نزول سے، احادیث اور اقوال صحابہ سے، کلام عرب سے، کتب سابقہ سے کس طرح مدد لینی چاہیئے۔ یہ سب اہم مباحث ہیں اور ان میں طالب علم کے لیے بہت کچھ فوائد ہیں۔

مگر ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصنف کی جلالت علمی کو دیکھ کر ہر اس بات کو قبول کر لیا جائے جو انہوں نے لکھی ہے جس طرح ہر انسان کے کلام میں لغزشیں ہوتی ہیں اسی طرح مصنف کے کلام میں بھی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ مصنف نے احادیث کی کمزوری ثابت کرتے ہوئے چند مثالیں پیش کی ہیں جن میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جو بخاری اور مسلم نے وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے) کی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاری سے نقل کی ہے کہ مستقرھا تحت العرش (سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے) اور فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش (وہ جا رہا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے)۔ مصنف نے اس حدیث کو ایسا بدیہی البطلان سمجھا کہ اس کو باطل ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرنے کی ضرورت بھی نہ سمجھی۔ لیکن اس قسم کا حکم لگانے میں انہوں نے ویسی ہی غلطی کی ہے، جیسی ان سے پہلے کے بہت سے لوگ کر چکے ہیں۔ اپنے عہد کی معلومات پر بسا اوقات انسان اتنا زیادہ بھروسا کرنے لگتا ہے کہ گویا وہ علم کی آخری حد کو پہنچ چکا ہے، اور اسی مبالغہ آمیز اعتماد کی وجہ سے وہ اکثر ان چیزوں کو بے تکلف غلط بلکہ بدیہی البطلان قرار دے بیٹھتا ہے جو اس کے وقتی علم کے خلاف ہوتی ہیں۔ حدیث کے معاملہ میں تو ایسے احکام لگا دینے کی جرأت زیادہ آسان ہے کیونکہ راویوں کو جھوٹا قرار دے دینا کونسا مشکل کام ہے۔ رہا قرآن تو جو لوگ ایمان سے محروم ہیں وہ اس کو بھی نعوذ باللہ مہمل کہہ دینے میں تامل نہیں کرتے۔ البتہ اہل ایمان کو جب وہاں ایسی کوئی چیز نظر آجاتی ہے تو وہ کچھ دیر کسمسانے کے بعد آخر کار عجیب عجیب تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر علم انسانی کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو ایسے مواقع پر قطعیت کے ساتھ حکم لگا دینے کی جرأت مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے۔

فلکیات سے متعلق کچھ مدت پہلے تک انسان کا علم اس قدر محدود تھا کہ وہ اپنے نظام شمسی ہی کو کائنات

سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس کائنات کا مرکزی نقطہ سورج ہے جو اپنی جگہ قائم ہے۔ اس علم پر اس کو اتنا وثوق تھا کہ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ (سورج چل رہا ہے) کی حقیقت ہی اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ وہ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے) کو سمجھ سکتا۔ اسی بنا پر لوگ اس آیت کی تاویلیں میں ٹھوکریں کھایا کرتے تھے، اور بعض کم فہم اس سے یہ نتیجہ بھی نکال بیٹھتے تھے کہ یہ خدا کا نہیں بلکہ ایک اُمّی عرب کا کلام ہے (نعوذ باللہ) لیکن اب فلکیات کے جدید مشاہدوں سے یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ سورج اپنے پورے نظام کو لیے ہوئے کسی طرف جا رہا ہے، اور اس نظام شمسی کے علاوہ بے شمار دوسرے نظامات بھی ہیں جن کے مرکز اپنے متعلقین کو لیے ہوئے اسی طرح فضائے بسیط میں حرکت کر رہے ہیں۔ جن ستاروں کو اب تک ثوابت سمجھا جاتا تھا، قریب قریب وہ سب کے سب متحرک پائے گئے ہیں اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۱ میل سے ۱۰۰ میل فی سکنڈ تک کی رفتار سے وہ اپنی جگہ چھوڑ رہے ہیں۔ اب صرف یہ امر پردۂ خفا میں رہ گیا ہے کہ "وہ مستقر" کونسا ہے جس کی طرف یہ مختلف نظامات فلکی کے مرکز رواں دواں ہیں؟ اس سوال کو انسان اب تک حل نہیں کر سکا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اسے کائنات کے مرکز کا پتہ نہیں چل سکا۔ بہت ممکن ہے کہ کائنات میں ایک مرکزی نقطہ ایسا ہو جہاں اللہ تعالٰے نے اپنی تجلیات کو مرتکز فرما رکھا ہو، اور وہیں سے سورج اور دوسرے نظامات کے مرکزوں پر اس قوّت (انرجی) کا فیضان ہو رہا ہو جو بے حد حساب پیمانے پر ان مرکزوں سے ہر آن ان کے تابع ستاروں پر منعکس ہوتی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ اسی مرکز کائنات کا نام کلام الٰہی میں عرش رکھا گیا ہو۔ ممکن ہے کہ یہی عرش اس سورج اور تمام سورجوں کا "مستقر" ہو۔ ممکن ہے کہ اسی مستقر کی طرف ان کے حرکت کرنے کو اللہ کے نبیؐ نے "سجدہ" سے تعبیر کیا ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اب تک انسان پر منکشف نہیں ہوئی ہیں۔ لیکن جو امر اس نظریہ کو تقویت پہنچاتا ہے وہ یہ ہے کہ فلکی طبیعیات Astro-physics کے ماہرین آج تک اس سوال کو حل نہیں کر سکے ہیں کہ یہ بے حد و بے حساب قوت جو سورج سے ہر لحظہ خارج ہو رہی ہے اس کا ماخذ و منبع کیا چیز ہے؟ جتنے نظریات انہوں نے قائم کیے ہیں وہ سب تشنۂ ثبوت

Unknown source

ہیں اور تمسک کرانہیں یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ کوئی "غیر معلوم" سرچشمہ ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ وہ "غیر معلوم" سرچشمہ سورج کے جرم میں نہیں ہے بلکہ اس کے باہر کائنات کے مرکز میں ہے، اور وہاں محض طبیعی اسباب سے قوت پیدا نہیں ہو رہی ہے بلکہ ایک فوق الطبیعی ماخذ سے قوت کا فیضان ہو رہا ہے' وَالعلمُ عند اللہ

پس یہ ایک بڑی غلطی ہے جس پر لوگوں کو متنبہ ہو جانا چاہیئے کہ انسان اپنے وقت کی معلومات کو حتمی و یقینی سمجھ لے اور ان کے خلاف جب کوئی حدیث یا آیت قرآنی نظر آئے تو اس کو مہمل قرار دینے لگے۔ انسان پر حقائق کا علم آہستہ آہستہ منکشف ہو رہا ہے، اور اس ترقی کے ساتھ ساتھ وہ مسلمات خود ہی غیر مسلّم ہوتے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر احادیث اور آیات میں غلطیاں نکالنے کی جرأت کی جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ احادیث میں ضعیف اور موضوع روایتیں نہیں ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر جن حدیثوں کی سند قوی ہو اُن کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

کتاب کی طباعت اور ظاہری شان بہت اچھی ہے مگر جو چیز پڑھنے والے کی نگاہوں کو کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کو خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عربی عبارت کو خط نستعلیق میں پڑھنا ذوق پر گراں گذرتا ہے اگر اسے نسخ ٹائپ میں چھپوایا جاتا تو اس کا حسن بہت بڑھ جاتا۔

تفسیر سورۃ والتین (اُردو) تالیف مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ۔ ضخامت ۷۰ صفحات۔ قیمت ۸/

ملنے کا پتہ: دفتر الاصلاح۔ سرائے میر۔ ضلع اعظم گڈھ

سورۂ تین کی یہ تفسیر مولانا مرحوم کے اسی مخصوص انداز تحقیق کی حامل ہے جس میں وہ اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تین اور زیتون کے معانی متعین کرنے کے بعد طور سینا اور بلد الامین کے ساتھ ان کا معنوی ربط قائم کیا ہے اور اطمینان بخش دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ چاروں چیزیں، جن کی قسم کھائی گئی ہے، تاریخ انسانی کے اُن چار مہتم بالشان واقعات کی نمائندگی کرتی ہیں جو سورہ کے اصل مقصد، یعنی

اثبات جزا و سزا پر بہترین شہادت دیتے ہیں۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ کی تاویل میں جو پہلو فاضل مصنف نے اختیار کیا ہے، ہمارے نزدیک وہ بجائے خود صحیح ہے، مگر بیان صاف اور سلجھا ہوا نہیں ہے۔ احوال انسانی کے تینوں مدارج، یعنی ۱ احسن تقویم پر پیدا کیا جانا، ۲ پھر اسفل سافلین میں ابتلاء و آزمائش کے لیے اتارا جانا، اور ۳ آخر کار ایمان و عمل صالح کی بدولت ترقی کر کے اس مقام پر پہنچنا جو احسن تقویم" کی فطرت کے شایاں ہے، ان مباحث کو اگر زیادہ پھیلا کر بیان کیا جاتا اور ایک ایک چیز کی تشریح فطرت انسانی کے شواہد سے کی جاتی تو حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آجاتی۔ ممکن ہے مصنف نے اختصار کی خاطر زیادہ تفصیل میں پڑنا مناسب نہ سمجھا ہو۔

مرقاۃ القرآن | تالیف مولوی محمد عبد اللہ صاحب کامل۔ ضخامت ۹۶ صفحات۔ قیمت چھ آنے۔ ملنے کا پتہ۔ انجمن ارباب ذوق۔ بھوانہ بازار۔ لائل پور

یہ مختصر کتاب اس غرض کے لیے لکھی گئی ہے کہ طلبہ عربی زبان کے قواعد کو قرآن مجید کے ذریعہ سے حاصل کریں، اور زبان سے جتنی جتنی اُن کی واقفیت بڑھے اُتنا ہی وہ قرآن کو زیادہ سمجھنے لگیں۔ مصنف نے ایک خاص ترتیب کے ساتھ چالیس سبق درج کیے ہیں اور ہر سبق میں نحو کے کسی ایک قاعدہ کی بہت سی مثالیں قرآن مجید سے اخذ کر کے جمع کر دی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک مختصر رسالہ انہوں نے کلید قرآن کے نام سے لکھا ہے جس میں اسی ترتیب کے ساتھ نحوی قواعد کی تشریح بھی کر دی ہے۔ اسکی قیمت ۸/ ہے اور یہ دونوں کتابیں مل کر عربی زبان کی تحصیل کے لیے اچھی مددگار ہو سکتی ہیں۔

تیسیر القرآن | تالیف مولوی عبد الصمد صاحب رحمانی۔ ضخامت ۸۰ صفحات۔ قیمت ۸/۔ ملنے کا پتہ مکتبۂ امارت شرعیہ۔ پھلواری شریف، پٹنہ۔

یہ کتاب بھی اسی غرض کے لیے لکھی گئی ہے کہ قرآن مجید کی مدد سے عربی زبان کو حاصل کیا جائے یا بالفاظ دیگر قرآن خود اپنے آپ کو پڑھائے۔ اس میں قرآن مجید کے تقریباً تمام الفاظ کو جمع کر کے نحوی قواعد پر مرتب کیا گیا ہے اور ترتیب ایسی رکھی گئی ہے کہ طالب علم بتدریج قواعد نحویہ سے واقف ہوتا جائے، اور جتنا جتنا قواعد سے واقف ہو اُتنا ہی قرآن کو سمجھتا چلا جائے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ عربی زبان کی ابتدائی تعلیم

میں پرانی کتابوں کے بجائے اس قسم کی کتابیں داخل کر دی جائیں کہ یہ بیک کرشمہ دو کار ہے۔

تراجم علمائے حدیث ہند (جلد اوّل) تالیف مولوی ابو یحییٰ امام خاں صاحب نوشہروی۔ ضخامت ۵۷۷ صفحات۔ قیمت دو روپیہ ۸/۔ ملنے کا پتہ: عبدالحی دالاخوان۔ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ (پنجاب)

یہ دراصل ہندوستان کے علماء اہل حدیث کا تذکرہ ہے۔ لیکن مؤلف نے اس میں بعض ان علمائے حدیث کے حالات بھی شامل کر لیے ہیں جو گروہ "اہل حدیث" سے تعلق نہیں رکھتے، اور اسی بنا پر انہوں نے تراجم اہل حدیث کے بجائے اس کا نام تراجم علمائے حدیث رکھا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ باقی ماندہ جلدوں کی تالیف کے موقع پر صاحب موصوف زیادہ وسیع نقطۂ نظر سے کام لیں گے اور ان تمام علماء کے ساتھ پورا انصاف کریں گے جنہوں نے جماعت اہل حدیث کے مسلک سے چاہے اختلاف کیا ہو، مگر بہر حال علم حدیث کی خدمت ضرور کی ہے۔

یدِ بیضاء تالیف خان بہادر ڈاکٹر سید نجم الدین احمد صاحب جعفری بار ایٹ لا۔ ضخامت تقریباً ڈیڑھ سو صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ: آرمی پریس، شملہ۔

اس کتاب میں مؤلف کے ان مضامین کو جمع کیا گیا ہے جن میں انہوں نے مختلف اعتقادی، تاریخی اور تمدنی مباحث پر اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے۔ کتاب اس حیثیت سے قابلِ قدر ہے کہ ایک جدید تعلیم یافتہ فاضل نے اخلاص اور جذبۂ دینداری کے ساتھ اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ مؤلف کو تعلیماتِ اسلامی کے اصلی مآخذ پر کوئی گہری نظر حاصل نہیں ہے، اور وہ کسی دینی مسئلہ پر ایک محقق اور مجتہد کی حیثیت سے بحث نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے وہ ہر جگہ اسلام کی صحیح نمائندگی نہیں کر سکے ہیں، بلکہ بعض بعض مقامات پر اُن کے بیانات میں بلا ارادہ مغربی تصوّرات کا رنگ جھلکنے لگا ہے۔

مسلمانوں کا ماضی حال اور مستقبل تالیف میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے بار ایٹ لا مدیر رسالہ ہمایوں۔ ضخامت ۷۶ صفحات۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ ہمایوں۔ نمبر ۲۳۔ لارنس روڈ۔ لاہور

فاضل مقالہ نگار جنہوں نے اپنے رسالہ ہمایوں کے ذریعہ سے اُردو زبان کی بڑی خدمت کی ہے،

اب تک محض ایک ادیب کی حیثیت سے مشہور تھے اور لٹریچر کے دائرہ سے باہر مشکل ہی سے کبھی انہوں نے قدم نکالا تھا۔ مگر اب یہ مقالہ لکھ کر انہوں نے ہم کو یہ اندازہ کرنے کا موقع دیا ہے کہ زمانہ کی انقلابی ضربات نے احساس کی لہر کہاں تک پہنچا دی ہے۔ اس مقالہ میں مختصر مگر دلنشین طریقہ سے اس پیچیدہ مسئلہ پر بحث کی گئی ہے جو اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے پیدا ہو گیا ہے، اور چونکہ اس کا حل موقوف ہے حقیقت اسلام کے فہم پر اس لیے صاحب مقالہ نے پہلے یہ سمجھایا ہے کہ اسلام کیا ہے اور کیا چاہتا ہے، پھر ماضی بعید کی تاریخ سے یہ دکھایا ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کو لے کر کس طرح ایک نیا تمدن پیدا کیا اور کس طرح جہاں بینی و جہاں بانی میں دنیا کی رہنمائی کی، پھر ماضی قریب کی تاریخ سے یہ واضح کیا ہے کہ اصول اسلامی سے بُعد اور دنیوی انحطاط دونوں کس طرح ساتھ ساتھ آئے ہیں، اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قومی وجود بغیر اس کے قائم نہیں رہ سکتا کہ وہ اپنی حیات اجتماعی کو اسلام کی بنیادوں پر از سر نو استوار کریں اور اسی نصب العین پر اپنی تمام توجہ کو مرتکز کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے خود ہندوستان کی فلاح کے لیے بھی اس کو ضروری قرار دیا ہے کہ یہاں ایک "قومی جمہوری ریاست" قائم کرنے کا خیال چھوڑ دیا جائے اور مختلف قوموں کو خود اپنی تہذیب کی بنیاد پر حکومت خود اختیاری کے ذریعہ سے پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے فاضل مقالہ نگار نے بعض مفید تجاویز بھی پیش کی ہیں اور چند اہم ترین مسائل کی طرف بھی قوم کے سوچنے والے دماغوں کو توجہ دلائی ہے، مگر اس سلسلہ میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جن لوگوں کو خدا نے وسائل دیے ہیں ان کو تجاویز پیش کرنے سے زیادہ بھی کچھ کرنا چاہیئے۔

میاں صاحب کوئی عالم دین نہیں ہیں اس لیے کہیں کہیں مذہبی مسائل کے بیان میں اُن کے قلم کو لغزشیں بھی ہوئی ہیں، مثلاً حضرت عمرؓ کے بعض کاموں کو "مذہبی ایجادات" سے تعبیر کرنا، یا انسان کے متعلق یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے گویا علم و عمل میں اسے اپنا شریک کار بنایا"۔ اس قسم کے بعض اور فقروں میں بھی الفاظ کا استعمال بے احتیاطی کے ساتھ کیا گیا ہے جو لائقِ اجتناب تھا۔ مگر بحیثیت مجموعی یہ دیکھ کر خوشی

ہوتی ہے کہ ان کا نقطۂ نظر صحیح اسلامی مسلک کے مطابق ہے اور وقت کے مسائل میں وہ بہت سے علماء کی بہ نسبت زیادہ بہتر اسلامی ذہنیت کا اظہار کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ تالیف جناب عبدالوحید خاں صاحب بی۔ اے۔ ضخامت ۵۰۴ صفحات قیمت عہ۔ ملنے کا پتہ: نمبر ۹، لاٹوش روڈ لکھنو۔

فاضل مصنف نے اس کتاب میں مسلمانانِ ہند کی سیاسی تاریخ پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ زمانہ جھوٹے پروپیگنڈے کا زمانہ ہے اور جھوٹ کو جیسا فروغ ہوتے آجکل دیکھا جا رہا ہے شائد اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا ہمارے ہمسایہ بھائی کچھ عرصہ سے اس قسم کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں کلچر ہے تو ہندوؤں کی، علم اور دماغ ہے تو ہندوؤں کے پاس، حریت و استقلال کا جذبہ ہے تو ہندوؤں میں، آزادی کی جدوجہد کی تو ہندوؤں نے اور ملک کی ترقی اگر کسی کے دامن سے بندھی ہوئی ہے تو وہ ہندوؤں کا دامن ہے۔ مسلمان یا تو سرے سے ہندوستان میں موجود نہیں ہیں، یا اگر ہیں تو وہ محض سنگِ گراں ہیں جو ہندوستان کی کمر سے صرف اس لیے بندھا ہوا ہے کہ یہ ملک اُبھرنے نہ پائے۔ اس جھوٹے پروپیگنڈا کا یہ عالم ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ہندوستان اور ہندو کو مترادف سمجھا جانے لگا ہے۔ اسلامی ممالک سے ہندوستان کا رشتہ کٹ رہا ہے اور ہم اپنے گھر میں نحاس پاشا کے دفتری زبان سے سُن رہے ہیں کہ "اہلِ مصر جب ہندوستان کا تصور کرتے ہیں تو گاندھی اور جواہر لال کا تصور اس کے ساتھ آتا ہے"۔ حتیٰ کہ خود ہندوستان کے مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں کہ اس ملک کی جدید تاریخ میں ان کا مقام ایک حرفِ غلط سے زیادہ نہیں ہے۔ اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لیے بڑی ضرورت ہے کہ نہ صرف اُردو میں بلکہ انگریزی میں بھی اس نوعیت کی کتاب شائع ہو جیسی کہ زیرِ تبصرہ کتاب ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں واقعات سے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں اپنی تباہ حالی اور اخلاقی و مادّی انحطاط کے باوجود وہ مسلمان ہی کا دل و دماغ تھا جس نے آزادی کی روح پیدا کی، اور پھر وہ مسلمان ہی کی جرأت تھی جس نے آگے بڑھ کر آزادی کے لیے جنگ کرنے کا راستہ دکھایا۔

بہتر ہوتا کہ اس کتاب کو خالص مؤرخانہ حیثیت سے لکھا جاتا۔ ۱۹۲۲ء کے بعد جو حالات پیش آئے ہیں اُن کے بیان میں اگرچہ مؤلف نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہے، لیکن زیادہ تر واقعات کا ایک رُخ دکھایا ہے جس سے لاگ اور لوٹ کی بُو آتی ہے۔ ایک مؤرخ کا فرض ہے کہ واقعات کے تمام پہلوؤں پر بے کم وکاست روشنی ڈالے اور تاریخی سٹیج کے ایکٹروں میں سے کسی کی جانب داری نہ کرے۔ گذشتہ پندرہ سال میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کو جو پیہم صدمات پہنچے ہیں ان کی ذمہ داری میں کانگریس کی تائید کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی کوتاہیاں بھی شریک ہیں جنہوں نے اس سے الگ رہ کر خود کوئی صحیح تعمیری کام نہ کیا۔ یہ پہلو مؤلف کی نگاہ سے قریب قریب بالکل اوجھل رہ گیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے زمانہ کی تاریخ لکھنے میں بے لاگ رہنا بڑا سخت ذہنی مجاہدہ چاہتا ہے۔

معرکۂ حق و باطل | تالیف مولوی محمد داؤد صاحب حنفی قاسمی مدّرس اوّل جامعہ صدیقیہ۔ جامع مسجد جونپور۔ قیمت ۴ر

اس پمفلٹ میں ہندوستان کے موجودہ سیاسی حالات پر تبصرہ کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ دوسروں پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے بل بوتے پر کھڑے ہوں۔ اس سلسلہ میں مؤلف نے مسلم لیگ کی پُرزور حمایت کی ہے۔

اسلامی حقوق اور مسلم لیگ | تالیف مولوی عبدالصمد صاحب رحمانی۔ قیمت ۴ر۔ مکتبۂ امارت شرعیہ پھلواری شریف

اس پمفلٹ میں مسلم لیگ کے نقائص بیان کیے گئے ہیں اور اس کی پالیسی، طریقِ عمل اور قیادت میں علمائے کرام کے نقطۂ نظر سے جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں ان کی توضیح کر دی گئی ہے۔ اگر یہ پمفلٹ عدل اور کامل غیر جانبداری کے ساتھ لکھا جاتا تو بلاشبہ مفید ہوتا، اور اس سے ان حقیقی نقائص کو دور کرنے میں مدد ملتی جو مسلم لیگ کے نظام میں اس وقت تک موجود ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ مؤلف نے رسالہ اس انداز سے لکھا ہے کہ گویا وہ ایک جماعت کی طرف سے دوسری جماعت پر فردِ جرم مرتب کر رہے ہیں اور اس فردِ جرم کو زیادہ سے زیادہ ہولناک بنانا چاہتے ہیں۔ اس پر مزید افسوس یہ ہے کہ خود اس جماعت کی کوتاہیوں سے وہ ادنیٰ سا تعرّض نہیں کرتے جس کی وکالت کا

فرض انہوں نے انجام دیا ہے، حالانکہ اس جماعت کا دامن بھی بے داغ نہیں ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اس قسم کی جانب دارانہ تحریروں سے کسی فائدہ کی توقع نہیں کی جاسکتی بلکہ مضرت میں کچھ اور اضافہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

الفرقان مجدد الف ثانی نمبر مرتبہ جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی۔ ضخامت ۸۰۰ صفحات۔ قیمت قسم اول عیر، قسم دوم عہ۔ دفتر الفرقان بریلی سے مل سکتا ہے۔

جریدہ الفرقان نے پہلے ایک خاص نمبر مولانا اسمٰعیل شہید کی سیرت پر شائع کیا تھا جس کو ہر طرف سے خراج تحسین ادا کیا گیا۔ اب یہ دوسرا خاص نمبر ہندوستان کے اس مجاہد کبیر کی سیرت پر شائع کیا گیا ہے جس نے دورِ اکبری کے طوفانِ جاہلیت کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور بالآخر طوفان کا منہ پھیر کر ہی دم لیا۔ حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ تاریخ اسلام کی ان چند شخصیتوں میں سے ہیں جن کو بجا طور پر "مجدد" کا جلیل القدر خطاب دیا گیا ہے۔ اور ان کے کارناموں کی یاد تازہ کرنے کے لیے اگر کوئی وقت موزوں ترین ہے تو وہ یہی وقت ہے جس سے ہم اب گذر رہے ہیں، کیونکہ جس فتنہ کے خلاف انہوں نے جہاد کیا تھا، اُسی نوعیت کا فتنہ آج پھر ہندوستان میں اٹھا ہے اور اسی شان سے اٹھا ہے کہ ایک طرف اس کے ہاتھ میں سیاسی حربے ہیں اور دوسری طرف اس کے جلو میں جبّہ و دستار بھی ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب اس خدمت کے لیے تمام مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں اور ضرورت ہے کہ بکثرت لوگ اس خاص نمبر کا مطالعہ کر کے اس سے بصیرت حاصل کریں۔ خصوصیت کے ساتھ جناب مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کا مضمون "الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" تو اس قابل ہے کہ اسے علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا جائے اور ہزاروں کی تعداد میں پھیلایا جائے۔

رسالہ "برہان" ماہوار مرتبہ جناب مولوی سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم اے، فاضل دیوبند۔ چندہ سالانہ پانچ روپیہ۔ ملنے کا پتہ۔ قرول باغ، نئی دہلی۔

دہلی میں "ندوۃ المصنفین" کے نام سے ایک جدید علمی مجلس کی بنیاد ڈالی گئی ہے جس کا مقصد دورِ جدید میں اسلام کی صحیح نمائندگی کرنا اور اسلام کے اصول و قوانین کو جدید طرز پر مرتب و مدوّن کرنا اور ان غلط فہمیوں کو

مدد کرنا ہے جو مخالفین اسلام پھیلا رہے ہیں۔ رسالہ "برہان" اسی مجلس کی طرف سے جاری کیا گیا ہے اور یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ اس رسالہ نے ہماری زبان میں ایک بلند پایہ علمی و دینی رسالہ کا اضافہ کیا ہے۔ مضامین اور ظاہری شان دونوں کے اعتبار سے اس کا معیار بلند ہے اور ہمیں توقع ہے کہ جہاں تک مضامین کا تعلق ہے اس کے معیار کو اور زیادہ بلند کیا جائے گا

چنگاری | مرتبہ جناب سجاد ظہیر صاحب۔ چندہ سالانہ تین روپے۔ منیجر صاحب رسالہ چنگاری سہارنپور سے طلب کیا جائے۔

یہ سوشلسٹ جماعت کا پرچہ ہے جس کے ایڈیٹوریل بورڈ میں ڈاکٹر اشرف، سوہن سنگھ جوش، فرزند علی منصور، ہرکشن سنگھ سرجیت صاحبان اور چند دیگر حضرات شامل ہیں۔ اس میں سوشلزم کے نظریات اور ہندوستان کے سیاسی احوال پر سوشلسٹ نقطۂ نظر سے تبصرے اور اسی نوعیت کے افسانے شائع ہوتے ہیں۔ اکثر مضامین ان مردوں اور خواتین کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں جو نام کے لحاظ سے ابھی تک مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کو اس رسالہ کے مطالعہ کا مشورہ دیں گے تاکہ وہ سوشلزم کو سمجھ سکیں اور اس کی روح سے بھی واقف ہو جائیں۔

آسان قاعدہ | تالیف جناب اے ایچ قریشی ایم اے۔ قیمت ۴؍ ۔ اسٹینڈرڈ ایجوکیشنل کمپنی، پٹھان کوٹ۔

یہ قاعدہ جدید سائنٹیفک طریقہ سے اردو زبان کی نوشت و خواند سکھانے کے لیے تیار کیا گیا ہے اور مصنف کا دعوےٰ ہے کہ اس طریق تعلیم سے بالغ طلبہ پندرہ روز میں اردو کی آسان کتابیں پڑھنے کے قابل ہو سکتے ہیں جو لوگ ابتدائی تعلیم کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں انہیں اس کا تجربہ کرنا چاہیے۔